اوراقِ علمیہ (3)

# رمضان المبارک کے حوالے سے بعض اہم تنبیہات


اعداد:

فیضان فیصل

(جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ)



https://t.me/AuraqIlmiah

رمضان کا مقدس مہینہ دستک دے رہا ہے۔اس مہینے کو پانے کیلیے سلف صالحین کئی مہینے قبل ہی دعائیں شروع کردیا کرتے تھے۔پھر جب یہ رخصت ہوتا تو اس میں کیے گئے اعمال کی قبولیت کیلیے بھی مہینوں دعائیں کرتے تھے۔اس کی اہمیت اجاگر کرنے کیلیے علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ (٥٩٧ ھ) کا یہ فرمان صادہے:

"تاللّـهِ لَوْ قِيلَ لأهْلِ القُبُورِ تَـمَنَّوْا لَتَمَنَّوْا يَوْمًا مِن رَمَضانَ."

''بخدا اگر قبر والوں کو اظہارِ تمنا کا اذن ہو تو وہ رمضان کا ایک دن مانگ لیں!'' [1]

لیکن مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ بہت سے مسلمان اپنی غفلت اور بعض امور کا صحیح علم نہ ہونے کے باعث اس ماہِ مبارک سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھاتے، اور بہت سارا اجر گنوا بیٹھتے ہیں۔ذیل میں اس ماہ کے حوالے سے بعض تنبیہات کا ذکر ہے، جو اس ماہ کو مزید بابرکت اور مفید بنانے میں معاون ہو سکتی ہیں۔

## 1) رمضان میں ''ایمان'' اور ''احتساب'' ضروری ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. ومَنْ قَامَ رَمضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابا، غفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ منْ ذَنْبِهِ."

"جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، اس کے سابقہ گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔اور جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کا قیام (تراویح) کیا، اس کے سابقہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔" [2]

---

1.(التبصرة : ٧٨/ ٢)

2.(صحيح البخاري : ٥٩،٦٠ ، صحيح مسلم : ٧٥٩،٧٦٠)

یعنی صیام اور قیام میں یہ دو بنیادی چیزیں یعنی ایمان اور احتساب کو ملحوظ خاطر رکھیں گے تو ہی فضیلت کو پا سکیں گے، وگرنہ یہ بھوک اور تھکاوٹ کی ایک یومیہ مشق ہے جو آپ بجالاتے ہیں۔ لیکن کتنے لوگ جانتے ہیں کہ یہ ایمان اور احتساب ہے کیا؟ اور کتنے لوگ اس شعور کے ساتھ عبادات انجام دیتے ہیں؟

حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

"إيمانا واحتسابا، أي نية وعزيمة، وهو أن يصومه على وجه التصديق به والرغبة في ثوابه، طيبة نفسه بذلك، غير كارهة له، ولا مستثقلة لصيامه، أو مستطيلة لأيامه."

"ایمان اور احتساب کے ساتھ یعنی نیت اور عزیمت کے ساتھ، اور وہ اس طرح کہ بندہ اس شرعی حکم کی تصدیق کرتے ہوئے اور اس کے ثواب کی رغبت رکھتے ہوئے روزہ رکھے، اپنے دل کی خوشی سے، نہ تو ناپسندیدہ سمجھے اور نہ ہی روزے کو بوجھ خیال کرے یا مہینے کو لمبا سمجھے۔"(1)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

"إيمانًا بأنّ الله تعالى أمرَه بذلك، واحتسابًا بالأجر على الله، كما قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه: «لا عمل لمن لا نية له، ولا أجر لم لا حِسْبة له»."

"ایمان اس بات پر کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، اور احتساب یہ کہ اس کا اجر اللہ تعالیٰ نے دینا ہے، جیسا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس کی نیت نہیں اس کا عمل نہیں، اور جس کا احتساب نہیں اس کا اجر نہیں۔" (2)

اس سے معلوم ہوا کہ روزہ رکھتے ہوئے اور تراویح پڑھتے ہوئے دو طرح کی کیفیت مستحضر رہنی چاہیے، اور جب بھی یہ سبق بھولے اسے یاد کر لینا چاہیے؛ پہلی یہ کہ ان عبادات کا حکم مجھے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، میں انہیں دل کی لگن سے بجالا رہا ہوں، کسی رواج یا مجبوری کے تحت نہیں۔ دوسرا ان عبادات کا اجر بھی اللہ سے لینا ہے، نہ نمود و شہرت مقصود ہے اور نہ ہی اخروی ثواب کے احساس سے غفلت ہے۔

## 2) رمضان میں گناہ سنگین تر ہے۔

رمضان کے سایہ فگن ہوتے ساتھ ہی یہ بات ذہن نشین ہو جانی چاہیے کہ جس طرح زمان و مکان کی فضیلت کے ساتھ نیکی کا اجر بڑھتا ہے، اسی طرح گناہ کی سنگینی بھی بڑھ جاتی ہے۔

---

1. (أعلام الحديث: ١٦٩/ ١)

2. (جامع المسائل، المجموعة السابعة: ٢٣٥)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس رمضان میں ایک شخص کولایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی۔آپ نے اسے نشہ اترنے تک چھوڑ دیا، پھر اسے اَسّی کوڑے مارے اور قید کر دیا۔اگلے دن قید سے نکال کر مزید بیس کوڑے مارے اور فرمایا:

"ثَمانِينَ لِلْخَمْرِ، وعِشْرِينَ لِجُرْأَتِكَ عَلَى اللهِّ فِي رَمَضانَ."

"اَسّی کوڑے شراب کی حد ہے اور بیس زائد اس لیے کہ تم نے رمضان میں بھی اللہ کے سامنے اس قدر جرات دکھائی (کہ شراب پی لی!)"[1]

شیخ ابنِ باز رحمہ اللہ (١٤٢٠ھ) فرماتے ہیں:

"فإذا كان الشهر فاضلا والمكان فاضلا ضوعفت فيه الحسنات، وعظم فيه إثم السيئات، فسيئة في رمضان أعظم إثما من سيئة في غيره، كما أن طاعة في رمضان أكثر ثوابا عند الله من طاعة في غيره."

"اگر مہینہ فضیلت والا ہو یا جگہ فضیلت والی ہو تو نیکیاں کئی گنا کر دی جاتی ہیں، اور برائیوں کا گناہ بھی سنگین ہو جاتا ہے۔پس رمضان میں کی گئی برائی کا گناہ غیر رمضان میں کی گئی برائی سے بڑھ کر ہے، جیسے رمضان میں کی گئی نیکی کا ثواب رمضان کے علاوہ کی گئی نیکی سے زیادہ ہے۔"[2]

سو اس بات سے بہت ہشیار رہنا چاہیے۔گناہوں سے تو ہر وقت ہی بچنا چاہیے، لیکن عام دنوں میں جو لہو و لعب کے کام ہم معمولی سمجھ کر انجام دیتے ہیں، رمضان میں ان سے بھی پوری طرح کنارہ کش ہو جانا چاہیے۔کیونکہ رمضان ایسا مہینہ ہے جسے اللہ نے تعظیم دی ہے، اور جس شے کو اللہ نے تعظیم دی ہو مگر ہم اس کی تعظیم نہ کریں تو اللہ عز و جل کی کتنی بے ادبی ہے!

### 3) رمضان رویوں کی اصلاح کا مہینہ ہے۔

روزے میں انسان بھوک اور پیاس برداشت کرتا ہے، نفسانی خواہشات سے رکا رہتا ہے، چنانچہ فطری بات ہے کہ وہ مزاج میں چڑچڑاپن محسوس کرتا ہے۔روزے میں انسان کے لڑنے بھڑنے اور گالم گلوچ کے قوی پوری طرح متحرک ہوتے ہیں جو بھوک پیاس کی شدت کے ساتھ شدید تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔اسی مزاج کی تربیت و اصلاح کا نام روزہ ہے۔ذرا ان حدیثوں پر غور فرمائیں:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"وإذا كانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلاَ يَرْفُثْ ولاَ يَصْخَبْ، فَإِنْ سابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قاتَلَهُ، فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صائِمٌ."

---

1. (مصنف ابن أبي شيبة: ٢٨٦٢٤)

2. (مجموع الفتاوى والمقالات: ١٥/ ٤٤٦)

''جب تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو فحش کلامی نہ کرے، نہ ہی آواز اونچی کرے، اگر کوئی شخص اس سے گالم گلوچ یا جھگڑا کرے تو اسے کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔''[1]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"مَن لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ والعَمَلَ بِهِ والجَهْلَ فَلَيْسَ لِلَّهِ حاجَةٌ أنْ يَدَعَ طَعامَهُ وشَرابَهُ."

''جس نے جھوٹ بولنا، جھوٹ برتنا اور جاہلانہ رویہ نہ چھوڑا تو اللہ کو اس کا کھانا اور پینا چھوڑنے کی کوئی پروا نہیں۔''[2]

اب ہم سوچیں کہ جو انسان تیس دن گزار لے، پھر وہ اسی طرح جھوٹ، عیب جوئی اور بہتان کی روش پر قائم رہے، اس کے معاملات جھوٹ پر چل رہے ہوں، اس کے رویے میں وہی جہالت، بات بات پر غصہ، اکھڑ مزاجی، تیوریاں چڑھانا، بدزبانی کرنا شامل ہو؛ تو اس نے بھوکا پیاسا رہ کر کون سا تیر مارا ہے؟!

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ (١٤٢١ھ) فرماتے ہیں:

"إني أُفتيكم الإبتسامة في رمضان لا تفطر، واعلموا أن البشاشة وطلاقة الوجه لإخوانكم من الأمور التي تثابون عليها."

''میں آپ کو فتوی دیتا ہوں کہ رمضان میں مسکرانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ خوب جان لو کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ خوش طبعی اور ان سے خوشگوار چہرے کے ساتھ ملنا ایسے امور ہیں جن پر آپ کو ثواب دیا جاتا ہے۔''[3]

شیخ نے یہ بات لطفاً ارشاد فرمائی ہے مگر انتہائی معنی خیز بات ہے۔ ہمارے اخلاقی رویوں کی خشکی اور درشتی روزے کے اجر کیلیے زہرِ قاتل ہے۔ ہمیں رمضان میں اس پر بھی خصوصی محنت کرنی چاہیے!

## 4) رمضان کی راتیں بھی دنوں کی طرح اہم ہیں۔

ہماری عمومی روٹین بن چکی ہے کہ راتیں جاگتے ہیں اور دن سوتے ہیں۔ اور رمضان میں عمومی مزاج یہ ہے کہ جو پاپ کرنے ہیں رات کیلیے سنبھال رکھو، کیونکہ رات کو کون سا روزہ ہوتا ہے!! کیسی نادانی کی بات ہے۔

حافظ ابنِ رجب رحمہ اللہ (٧٩٥ھ) فرماتے ہیں:

---

1. (صحيح البخاري : ١٩٠٤)
2. (صحيح البخاري : ٦٠٥٧)
3. (الضياء اللامع : ١٠٧)

"وفي حديث ابن عباس أن المدارسة بينه وبين جبريل كان ليلا يدل على استحباب الإكثار من التلاوة في رمضان ليلا فإن الليل تنقطع فيه الشواغل ويجتمع فيه الهم ويتواطأ فيه القلب واللسان على التدبر كما قال تعالى: ﴿إِنَّ ناشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وطْئًا وأَقْوَمُ قِيلًا﴾ [المزمل:٦] ... وقد كان النبي ﷺ: يطيل القراءة في قيام رمضان بالليل أكثر من غيره."

''ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق نبی کریم ﷺ اور جبریل علیہ السلام آپس میں قرآن مجید کا دور رات کے وقت کیا کرتے تھے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ رمضان کی راتوں میں بہت زیادہ تلاوت کرنا مستحب ہے؛ کیونکہ رات کو دنیاوی جھمیلوں سے خلاصی ہو جاتی ہے، ہمتیں جمع ہو جاتی ہیں اور دل و زبان قرآن پر تدبر کیلیے آمادہ ہوتے ہیں۔ اور جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: بیشک رات کو عبادت کیلیے اٹھنا نفس کو سخت کچلنے والا اور بات کو زیادہ درست کرنے والا ہے...اور نبی کریم ﷺ رمضان کی راتوں میں عام دنوں سے لمبا قیام فرمایا کرتے تھے۔''(1)

لہذا یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ شباب و کباب سے بھرپور رت جگے، اور فلموں اور ڈراموں میں وقت صرف کرنا در حقیقت روزے کی حکمت کو مار دینے اور روزے کی خیر و برکت کو ختم کر دینے کے مترادف ہے۔ آپ خود سوچیے کہ سلف صالحین تو رمضان میں مجالسِ علم تک ترک کر دیا کرتے تھے جو عین عبادت ہیں۔ اور ہم ڈرامے اور سیریلز جو منکرات سے بھرپور ہیں، انہیں چھوڑنے پر آمادہ نہیں۔ واللہ المستعان!

## 5) سحری مشروع وقت پر کریں۔

سحری ایک بابرکات اور فضیلت والا کھانا ہے، مسلمانوں کا شعار اور نبی کریم ﷺ کی تاکیدی سنت ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"تَسَحَّرُوا ؛ فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً."

''سحری کیا کرو؛ بیشک سحری میں برکت ہے۔''(2)

لیکن بہت سے مسلمان اس سنت کے تارک ہیں۔ وہ اس طرح نہیں کہ رات بھر کھانا نہیں کھاتے، بلکہ اس طرح کہ وہ سحری کو سحری کے شرعی وقت میں نہیں کھاتے۔ سحری دراصل اس کھانے کو کہتے ہیں جو بوقتِ سحر کھایا جاتا ہے۔ اور اہلِ علم کے محقَّق ترین قول کے

1. (لطائف المعارف : ١٦٩)
2. (صحيح مسلم : ١٠٩٥)

مطابق سحری کا وقت فجرِ کاذب اور فجرِ صادق کے درمیان ہوتا ہے۔ پھر اس بات کا دھیان رکھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ سحری میں تاخیر کرنا اور اسے آخری وقت تک لے جانا سنت ہے۔

شیخ صالح العصیمی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

"فوقت السحر هو الوقت الكائن بين الفجر الكاذب والفجر الصادق.

فما كان بين هذين الفجرين فإنه يسمى بوقت السّحر كما حققه أبو الفضل ابن حجر -رحمه الله تعالى- في 'فتح الباري' ... وتكون أكلة السّحر هي الطّعام الذي يُتناول في هذا الوقت، ولهذا ذكر زيد بن ثابت كما في 'الصحيحين': أنّه لم يكن بين سحورهم مع النبي صلى الله عليه وسلم وقيامهم إلى الصلاة إلا قَدر ما يقرأ القارئ خمسين آية، مما يُشعر بأنّ هذا وقتٌ يسير.

ويعلم بهذا أنّ تناول الطعام قبل هذا الوقت على نية السّحر لا يكون له الأجر المرتب، وإنما يكون من جملة العشاء الذي يتغذى به الصائم، فمن تسحر بزعمه في الساعة الثانية عشرة أو في الساعة الواحدة بعد منتصف الليل أو في الساعة الثانية مما لم يدخل بعد فيها وقت السّحر، فإنه لا يحصل له أجر السّحور، ولا يكون متسحراً ...

وقد قدَّره بعض أهل العلم بربع ساعة، وفسرّه آخرون بثلث ساعة، وأكثر ما ذُكر في تقديره خمسة وأربعون دقيقة، وفيه نظرٌ إلا أنّ الوقت متردد بين هذه التقادير التي ذكرها أهل العلم، والمنقول عن الصحابة -رضوان الله عليهم- في آثارٍ صحيحة عنهم أنهم كانوا يُبطئون في سحورهم فيؤخرونه تأخيراً شديداً رغبة في إصابة الأجر."

"فجرِ کاذب اور فجرِ صادق کا درمیانی وقت سحر کا وقت کہلاتا ہے، جیسا کہ ابو الفضل ابن حجر رحمہ اللہ کی فتح الباری میں تحقیق ہے... اور سحری اس کھانے کو کہیں گے جو اس دوران کھایا جائے۔ اسی لیے صحیحین میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ ان کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سحری کرنے اور نماز کیلیے اٹھنے کے درمیان پچاس آیات پڑھنے جتنا وقفہ ہوتا تھا، جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بہت معمولی سا وقت ہوتا ہے۔

سو اس سے معلوم ہوا کہ اس سے پہلے سحری کی نیت سے کھانا کھا لینے سے سحری کا اجر نہیں ملتا، بلکہ وہ معمول کارات کا کھانا ہے جو روزے دار کھالیتا ہے۔ تو جس نے رات بارہ بجے، یا ایک بجے یا دو بجے سحری کے وقت سے پہلے ہی اپنی طرف سے سحری کر لی، اسے سحری کا اجر حاصل ہوگا نہ وہ کھانا سحری کہلائے گا...

سحری کے وقت کا اندازہ بعض اہلِ علم نے پندرہ منٹ لگایا ہے، بعض نے بیس منٹ بیان کیا ہے، اور سب سے زیادہ پینتالیس منٹ بیان کیا گیا جو محلِ نظر ہے، الا یہ کہ وقت انہی تقادیر کے درمیان کم یا زیادہ ہوتا رہتا ہے جو علماء نے بیان کی ہیں۔ اور صحابہ کرام سے جو صحیح آثار منقول ہیں، ان کے مطابق وہ اجر پانے کیلیے سحری میں خاصی تاخیر کیا کرتے تھے۔"[1]

اس لیے اپنا معمول ایسا بنائیں کہ سحری کو اس کے صحیح وقت پر کریں جو مسنون ہے، پھر نماز فجر مسجد میں باجماعت ادا کریں اور ذکر و تلاوت کر کے سوئیں۔

## 6) افطاری کی وجہ سے مغرب مؤخر نہ کریں۔

رمضان المبارک میں معمول ہے کہ مساجد میں اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ بڑھادیا جاتا ہے تاکہ لوگ تسلی سے افطاری کر لیں۔ اس کے بعد بھی اکثر لوگ مغرب کی جماعت میں نہیں پہنچتے کیونکہ وہ کھانا کھانے میں وقت لگا دیتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل خلافِ سنت اور ناپسندیدہ ہے۔

أولاً : جس طرح افطاری میں جلدی کرنا سنت ہے، اسی طرح مغرب کی نماز میں جلدی کرنا سنت ہے۔ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا تَزالُ أُمَّتِي بِخَيْرٍ - أَوْ قالَ: عَلَى الفِطْرَةِ - ما لَمْ يُؤَخِّرُوا المَغْرِبَ إلى أنْ تَشْتَبِكَ النُّجُومُ."

"میری امت تب تک خیر یا فطرت پر قائم رہے گی جب تک وہ مغرب کو زیادہ ستاروں کے ظاہر ہونے تک مؤخر نہیں کریں گے۔"[2]

ابوعطیہ کہتے ہیں، میں اور مسروق (رحمہا اللہ) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور پوچھا: ام المؤمنین! نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی افطاری بھی جلدی کرتے ہیں اور نماز بھی جلدی پڑھتے ہیں، جبکہ دوسرے افطاری بھی تاخیر سے کرتے ہیں اور نماز میں بھی تاخیر کرتے ہیں۔ سیدہ نے دریافت فرمایا: جلدی کرنے والے کون ہیں؟ ہم نے عرض کی: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ فرمانے لگیں: "كَذَلِكَ كانَ يَصْنَعُ رَسُولُ اللَّـهِ ﷺ" رسول اللہ ﷺ کا طرزِ عمل بھی یہی تھا۔[3]

ثانیًا : نماز مغرب کو غروبِ شمس کے بعد جلد از جلد ادا کرنا افضل واولی ہے اور اس پر تمام مذاہب کا اجماع ہے۔ محض دو رکعت کی ادائیگی کے برابر وقفہ ثابت ہے، اس سے زیادہ نہیں۔ بلا ضرورتِ شرعیہ اس میں تاخیر کرنا بدعتیوں کا طریقہ ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

---

1. (شرح مقاصد الصوم : ٦٩)
2. (سنن أبي داؤد : ٤١٨، إسناده حسن)
3. (صحيح مسلم : ١٠٩٩)

"اتَّفقتِ الأمَّة فيها -أي صلاة المغرب- على تعجيلِها والمبادرةِ إليها في حينِ غُروبِ الشَّمسِ؛ قال ابن خويز منداد: ولا نعلم أحدًا من المسلمينَ تأخَّر بإقامةِ المغرب في مسجدِ جماعةٍ عن وقتِ غروبِ الشَّمس."

''تمام امت کا غروبِ شمس کے بعد نمازِ مغرب کو جلد از جلد ادا کرنے پر اتفاق ہے۔ابن خویز منداد رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہم مسلمانوں میں سے کسی کو نہیں جانتے جو جامع مسجد میں غروبِ شمس کے بعد مغرب کی اقامت میں تاخیر کا قائل ہو۔''(1)

نیز اس میں رمضان اور غیر رمضان کا کچھ خاص فرق نہیں ہے۔سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

"كانَ رَسُولُ اللهِّ ﷺ يُفْطِرُ عَلى رُطَباتٍ قَبْلَ أنْ يُصَلِّيَ، فَإنْ لَمْ تَكُنْ رُطَباتٌ، فَعَلى تَمَراتٍ، فَإنْ لَمْ تَكُنْ حَسا حَسَواتٍ مِن ماءٍ."

''رسول اللہ ﷺ نماز سے قبل چند رطب کھجوروں کے ساتھ افطاری فرماتے تھے، اگر رطب نہ ہوتیں تو خشک کھجوریں تناول فرماتے، اگر وہ بھی نہ ہوتیں تو پانی کے کچھ گھونٹ بھر لیتے۔''(2)

معلوم ہوا کہ مغرب سے قبل ہی دستر خوان بچھا لینا اور انواع واقسام کے کھانے کھا کر مغرب کی باجماعت نماز میں سستی برتنا خلافِ سنت ہے۔درست طرزِ عمل یہ ہے کہ کھجور اور پانی وغیرہ سے افطاری کی جائے، پھر نماز مغرب ادا کی جائے اور اس کے بعد کھانا کھایا جائے۔ سعودی فتوی کمیٹی کا بھی یہی فتوی ہے۔(3)

شیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ اس امر پر تنبیہ فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

''کچھ لوگ افطار کے دستر خوان پر مسلسل کھاتے رہتے ہیں حتی کہ رات کا کھانا بھی کھا لیتے ہیں، اور مسجد میں مغرب کی باجماعت نماز تک چھوڑ دیتے ہیں، یہ بہت بڑی غلطی کے مرتکب ہیں، چنانچہ مسجد اور جماعت کی نماز کو چھوڑ کر ثوابِ عظیم سے محرومی اور مختلف سزاؤں اور وعیدوں کا نشانہ بن جاتے ہیں. امرِ مشروع یہ ہے کہ پہلے روزہ افطار کر لیا جائے، پھر نمازِ مغرب ادا کی جائے، پھر رات کا کھانا تناول کیا جائے۔''(4)

## 7) تراویح کا حقیقی مقصد آواز نہیں، قرآن سننا ہے۔

تراویح قرآن کے پڑھنے سننے کا مہینہ ہے۔لیکن اگر یہ سننا سنانا ایک فیشن، دوڑ اور ٹرینڈ بن جائے تو عبادت کی روح کو ختم کر دیتا ہے۔حسنِ صوت کا حقیقی مقصد قرآن پر تدبر کرنا اور اسے لوگوں کے دلوں تک پہنچانا ہوتا ہے۔

---

1. (تفسير القرطبي: ٣٠٥/ ١٠، نیز دیکھیے: شرح النووي على مسلم: ٤٢٦/ ٢، المغني لابن قدامة: ٢٨٤/ ١)
2. (سنن أبي داؤد: ٢٣٥٦، إسناده صحيح)
3. (فتاوى اللجنة الدائمة - المجموعة الثانية - ٩٣/ ٢)
4. (خطباتِ رحمانی: ٣٩٠)

سیدنا عبس الغفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"بادِرُوا بِالأعْمالِ سِتًّا: - منها - ونَشْوٌ يَتَّخِذُونَ القُرْآنَ مَزامِيرَ يُقَدِّمُونَ أحَدُهُمْ لِيُغَنِّيَهُمْ وإنْ كانَ أقَلَّهُمْ فِقْهًا."

''چھ چیزوں (کے ظاہر ہونے) سے پہلے اعمال میں جلدی کر لو:-ان میں سے ایک یہ ہے-اور ایسے نوخیز نوجوانوں کا ظہور جو قرآن کو گانے کی طرز پر پڑھیں گے، کسی کو اس لیے امام بنائیں گے کہ وہ انہیں گا گا کر سنائے، خواہ تفقہ میں سب سے کم ہی کیوں نہ ہو۔''[1]

اس میں سننے اور سنانے والے دونوں کیلیے انتباہ ہے۔ کوئی شک نہیں کہ قرآن کو خوبصورت لہجے میں پڑھنا مطلوب ہے۔ امام بھی خوبصورت آواز والا ہونا چاہیے۔ لیکن محض اسی بنیاد پر مقابلے کی فضا اور قراء کے مابین ریٹنگ وغیرہ کے سلسلے غلط ہیں۔

امام ابو بکر الآجری رحمہ اللہ (٣٦٠ھ) فرماتے ہیں:

"ينبغي لمن رَزَقَه اللهُ حُسْنَ الصَّوتِ بالقرآنِ ان يَقرأْ للـهِ لا للمخلوقين!"

''جسے اللہ نے خوبصورت آواز سے نوازا ہے، اسے چاہیے کہ مخلوق کی بجائے اللہ کیلیے پڑھے۔''[2]

اور جب قرآن اللہ کیلیے پڑھا جاتا ہے تو اس کی تاثیر ہی الگ ہوتی ہے۔ ورنہ کئی لوگ سارا رمضان قیام کرتے ہیں، روتے بھی ہیں۔ اہتمام سے قاری صاحب کو بتاتے بھی ہیں کہ آج بہت مزہ آیا۔ مگر حقیقت میں قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ شب و روز پر اثر انداز نہیں ہوتا، وہ جس طرح رمضان میں داخل ہوتے ہیں، اسی طرح نکل جاتے ہیں، دنیا میں مگن اور آخرت سے بے نیاز!! اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ نہ تو سنانے والا اللہ کیلیے سناتا ہے، اور نہ ہی سننے والے کی نیت محض لطافتِ سمع کے کچھ اور ہوتی ہے!!

## 8) دعا عبادت ہے، فن آرائی کا میدان نہیں۔

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"إنَّهُ سَيَكُونُ فِي هَذِهِ الأُمَّةِ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي الطَّهُورِ والدُّعاءِ."

''میری امت میں کچھ لوگ آئیں گے جو طہارت اور دعا میں حد سے تجاوز کرنے لگیں گے۔''[3]

دعا میں حد سے تجاوز کی بہت سی صورتیں ہیں جیسے حرام امور کے متعلق دعائیں، اللہ تعالی پر قسمیں اور وعدے ڈال کر دعائیں جیسے وہ ہمارا پابند ہو، یا دعا میں بال کی کھال اتارنا جیسے یا اللہ مجھے جنت میں دائیں طرف سفید رنگ کا محل دے جس کی فلاں فلاں خصوصیت ہو، یا

---

1. (المعجم الكبير للطبراني: ٦٠، مسند أحمد: ١٦٠٤٠، صححه محققو المسند والألباني)
2. (أخلاق أهل القرآن: ١٦١)
3. (سنن أبي داود: ٩٦، صحيح)

ردیف اور قافیے ملا کر خود ساختہ لمبی لمبی دعائیں، یا دعاؤں میں خشوع و تضرع کی بجائے طرب و سماع، فن آرائی، رونے رلانے اور مزے لینے کا پہلو۔ یہ سبھی کام ائمہ مساجد دورانِ قنوت انجام دیتے ہیں، جو نبی کریم ﷺ اور سلف صالحین کا طریقہ نہیں ہے۔

علامہ ابن الهمام الحنفی رحمہ اللہ (٨٦١ھ) فرماتے ہیں:

"ما تعارفه الناس في هذه الأزمان من التمطيط والمبالغة في الصياح والإشتغال بتحريات النغم إظهارا للصناعة النغمية لا إقامة للعبودية فإنه لا يقتضي الإجابة بل هو من مقتضيات الرد."

"اس دور میں لوگوں کے مابین جو دعاؤں میں بے جا توسع، چیخ و پکار میں مبالغہ اور مختلف آوازوں کے ذریعے نغمہ آرائی کا رواج چل پڑا ہے، جس کا مقصد بندگی بجالانے کی بجائے اپنے فن کا اظہار کرنا ہے، تو یہ دعا کی قبولیت کا نہیں، بلکہ رد کیے جانے کا متقاضی ہے۔"[1]

علامہ آلوسی رحمہ اللہ (١٢٧٠ھ) فرماتے ہیں:

"وترى كثيرا من أهل زمانك يعتمدون الصراخ في الدعاء خصوصا في الجوامع حتى يعظم اللغط ويشتد وتستك المسامع وتستد ولا يدرون أنهم جمعوا بين بدعتين رفع الصوت في الدعاء وكون ذلك في المسجد."

"اور آپ اس دور میں اکثر لوگوں کو دیکھتے ہیں جو دعا میں جان بوجھ کر آواز بلند کرتے ہیں بالخصوص مساجد میں، حتی کہ ہڑ بونگ مچ جاتا ہے، اور کان پڑی آواز تک سنائی نہیں دیتی۔ حالانکہ انہیں علم نہیں کہ یہ دو بدعتوں کو جمع کر رہے ہوتے ہیں: دعا میں آواز بلند کرنا اور یہ کام مسجد میں کرنا۔"[2]

سو اس امر پر بھی متنبہ رہیں کہ اللہ سے مانگنا ہے تو ضروری آداب کے ساتھ، عاجزی اور تضرع کے ساتھ، دلجمعی کے ساتھ؛ تاکہ دعا بارگاہِ الٰہی میں پیش ہو اور راستے سے نہ پلٹ آئے۔

## 9) شبِ قدر کے متعلق اہم تنبیہ!

شب قدر افضل ترین رات ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَن قامَ لَيْلَةَ القَدْرِ إيمانًا واحْتِسابًا، غُفِرَ لَهُ ما تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِهِ."

"جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ لیلۃ القدر کا قیام کیا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔"[3]

---

1. (فيض القدير للمناوي : ١/٢٢٨)
2. (روح المعاني : ٤/٣٧٩)
3. (صحيح البخاري : ٤/٢٥٥ ، صحيح مسلم : ٧٥٩)

اس حوالے سے ایک بہت خوبصورت اور لطیف تنبیہ میری نظر سے گزری ہے، جو پیش خدمت کیے دیتا ہوں۔

شیخ ابن بادیس الجزائری رحمہ اللہ (۱۳۹۵ھ) فرماتے ہیں:

"ليلة القدر تراد للدين لا للدنيا، وكثير من العوام يتمنى لو يعلم ليلة القدر ليطلب بها دنياه فلتب إلى الله من وقع له هذا الخاطر السيء. فإن الله يقول في كتابه العزيز: ﴿من كان يريد حرث الآخرة نزد له في حرثه ومن كان يريد حرث الدنيا نؤته منها وما له في الآخرة من نصيب﴾ ... ولسنا ننكر على من يطلب الدنيا بأسبابها التي جعلها الله تعالى وإنما ننكر على من يكون همه الدنيا دون الآخرة حتى أنه يترصد ليلة القدر ليطلب فيها الدنيا غافلا عن الآخرة."

"شبِ قدر میں دنیا کی بجائے آخرت طلب کرنی چاہیے۔ بیشتر لوگوں کی تمنا ہوتی ہے کہ کاش ہم شبِ قدر پالیں تو اللہ سے خوب دنیا طلب کریں۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ اس برے خیال پر اللہ سے توبہ کریں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ﴾. (سورة الشورى : ۲۰) جو شخص آخرت کی کھیتی کا طلب گار ہو ہم اس کے لیے اس کھیتی میں برکت دیں گے، اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہتا ہو تو ہم اسے وہ بھی دے دیں گے اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہو گا! ... ہم دنیا کو مشروع ذرائع سے طلب کرنے کے منکر نہیں ہیں۔ ہم اس بات کے منکر ہیں کہ دنیا اس قدر آدمی کی فکروں کا محور ہو کہ وہ شبِ قدر کی تلاش بھی اس لیے کرے کہ میں اپنی دنیا سنوار لوں اور آخرت سے یکسر غافل رہے!!"[1]

در حقیقت یہ بہت ہی پتے کی بات ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو دعا سکھلائی ہے اس میں اللہ سے عفو و در گزر کا سوال کیا گیا ہے۔ کہ اے اللہ گناہوں سے، خطاؤں سے معافی دے، جو مومن کا حقیقی مقصود ہے۔ اسی طرح اس رات عبادت کی ترغیب بھی اسی لیے ہے کہ زیادہ سے زیادہ آخرت کا سامان جمع ہو۔

## 10) توبہ کو تیس دن کے ساتھ مقید نہ کریں۔

یہ آخری اور سب سے اہم تنبیہ ہے۔ دیکھیے رمضان ماہ غفران ہے۔ بہت سے لوگ اس میں برائیوں سے توبہ تائب ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے لاشعور میں ایک بات ہوتی ہے کہ بس رمضان گزر جائے تو سابقہ حالت پر لوٹ جائیں گے۔ یعنی وہ توبہ کے وقت غیر ارادی طور پر نیت ہی ایک ماہ کی کرتے ہیں۔ یہ ایک خطرناک مسئلہ اور توفیقِ الٰہی سے محرومی والی بات ہے۔ اس لاشعوری کیفیت کو بھگائیں اور رمضان

---

1. (آثار ابن باديس : ۲/ ۳۲۹)

کی برکت سے پورے خلوص دل سے نیت کریں کہ اے اللہ میں صرف رمضان نہیں، بلکہ زندگی بھر کیلیے فلاں فلاں گناہ سے توبہ کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید روزے کی غرض وغایت حصولِ تقوی بتلائی ہے۔اور تقوی والوں کے متعلق فرمایا ہے:

﴿ولَمْ يُصِرُّوا عَلى ما فَعَلُوا﴾.

''اور وہ اپنے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے۔''[1]

اصرار صرف یہ نہیں ہے کہ انسان مسلسل گناہ کرتا رہے، بلکہ یہ بھی اصرار ہے کہ انسان کچھ وقت کیلیے گناہ چھوڑے اور اس کا ذہن ہو کہ موقع ملنے یا حالات سازگار ہونے پر دوبارہ گناہ کروں گا۔ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (١٨١ ھ) سے مد منِ خمر یعنی عادی شرابی کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا:

"الَّذِي يَشْرَبُها اليَوْمَ ثُمَّ لا يَشْرَبُها إلى ثَلاثِينَ سَنَةً ومِن رَأْيِهِ أَنَّهُ إذا وجَدَهُ أَنْ يَشْرَبَهُ."

''جو اسے آج پیے پھر بھلے تیس سال تک نہ پیے، مگر اس کا خیال ہو کہ جب ملے گی پی لوں گا۔''[2]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

"ولِهَذا قالَ ابْنُ المُبارَكِ المُصِرُّ الَّذِي يَشْرَبُ الخَمْرَ اليَوْمَ ثُمَّ لا يَشْرَبُها إلى شَهْرٍ وفِي رِوايَةٍ إلى ثَلاثِينَ سَنَةٍ ومَن نِيَّتُهُ أَنَّهُ إذا قَدَرَ عَلى شُرْبِها «شَرِبَها». وقَدْ يَكُونُ مُصِرًّا إذا عَزَمَ عَلى الفِعْلِ فِي وقْتٍ دُونَ وقْتٍ كَمَن يَعْزِمُ عَلى تَرْكِ المَعاصِي فِي شَهْرِ رَمَضانَ دُونَ غَيْرِهِ فَلَيْسَ هَذا بِتائِبٍ مُطْلَقًا. ولَكِنَّهُ تارِكٌ لِلْفِعْلِ فِي شَهْرِ رَمَضانَ ويُثابُ إذا كانَ ذَلِكَ التَّرْكُ للهِ وتَعْظِيمِ شَعائِرِ اللهِ واجْتِنابِ مَحارِمِهِ فِي ذَلِكَ الوَقْتِ ولَكِنَّهُ لَيْسَ مِن التّائِبِينَ الَّذِينَ يُغْفَرُ لَهُمْ بِالتَّوْبَةِ مَغْفِرَةً مُطْلَقَةً ولا هُوَ مُصِرٌّ مُطْلَقًا."

''اسی لیے ابن مبارک نے فرمایا ہے کہ مصر سے مراد وہ ہے جو آج شراب پیے پھر بھلے ایک ماہ یا ایک روایت کے مطابق تیس سال تک نہ پیے، مگر اس کی نیت ہو کہ جب موقع بنے گا پی لوں گا۔ اسی طرح ایسا شخص بھی مصر ہو سکتا ہے جو بعض وقت کیلیے گناہ چھوڑنے کا عزم کرے، جیسے کوئی گناہوں کو صرف ماہِ رمضان میں چھوڑنے کا ارادہ رکھتا ہو، تو ایسا شخص بھی مطلقاً توبہ کرنے والا نہیں کہلا سکتا۔ لیکن اس نے رمضان میں ایک برائی چھوڑی ہے، اور اگر اس نے یہ کام اللہ کی رضا کیلیے، اور اللہ کے شعائر کی تعظیم کرتے ہوئے اور اللہ کی محرمات

---

1. (آل عمران ١٣٥)
2. (ذم المسكر لابن أبي الدنيا : ١٦)

سے بچنے کی خاطر کیا ہے تو ثواب کا مستحق ضرور ہے، مگر اس کا شمار ان توبہ کرنے والوں میں نہیں جن کی توبہ کے نتیجے میں سراپا بخشش کر دی جاتی ہے،اور ان لوگوں میں بھی نہیں جو ہمہ وقت گناہ پر قائم رہتے ہیں!"[1]

معلوم ہوا کہ گناہوں کو چھوڑتے ہوئے تیس دن کی غیر ارادی قید رکھنا بھی گناہ پر اصرار کی قسم ہے جو تقوی شعاروں کا طریقہ نہیں۔ جبکہ رمضان میں ہم نے تقوی شعاروں میں سے بننا ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ اس ماہ مبارک کو فی الواقع ہمارے لیے مبارک بنادے۔ اور ہماری ان کوتاہیوں، سستیوں اور غفلتوں سے در گزر فرمائے جو ہمیں پورا ثواب لینے میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔

**فیضان فیصل**

19 مارچ، 2023ء

٢٧ شعبان ١٤٤٤ھ

1. (مجموع الفتاوی : ١٠/٧٣٤)